سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۳۴

مکتب العلوم
کراچی

سامان عزا

HAJI GULAMALI HAJI ISMAIL
READING ROOMS & LIBRARY,
J93, PAPAN BAI BUILDING
OPP: M. W. TOWER,
KARACHI-2. (PAKISTAN.)

HABIB ELECTRIC TRADING CO.

از قلم حقیقت رقم

سرکار سید العلماء مولانا سید علی نقی النقوی

مجتہد العصر مدظلہ العالی لکھنؤ

قیمت ۲ آنے

امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور

کا چونتیسواں ۳۴ تبلیغی رسالہ "سامانِ عزا" محرم ۱۳۷۷ھ کی رعایت سے
خدمت ہے۔ یہ رسالہ امامیہ مشن لکھنؤ سے زیر ۱۱۷ شائع ہو چکا ہے
"عزائے حسینؑ" کے سلسلے میں جو چیزیں شعائرِ عزا کی حیثیت سے
رائج ہیں، ان کے بارے میں بعض ناواقف حضرات کو جستجو رہتی ہے
ان کی نوعیت کیا ہے۔ نباضِ دہر سرکار سید العلماء مدظلہ العالی نے
رسالہ ایسے افراد کی تسکینِ جستجو کے لئے سپردِ قلم فرمایا ہے۔ جس کے
وہ ہمارے قلبی شکریہ کے مستحق ہیں۔

صدیوں کے تجربہ نے ثابت کیا ہے کہ عزاداری خداوند تعالے
پروگرام ہدایت کا موثر ذریعہ ہے۔ معصومینؑ نے اس کی تا
فرمائی ہے اور عزاداروں کے لئے بڑے اجر کے وعدے فرما
دین کی بنیاد ہے توحید اور سب سے بڑا گناہ ہے شرک
امت ڈاکٹر اقبال نے توحید اور شرک کی امتیازی حیثیت کو اجاگر کرتے
فرمایا ہے۔ کہ:-

ماسوی اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست

یعنی مسلمان صرف اللہ کا فرماں بردار ہے خود ساختہ حاکم مثل (فرعون کے) سامنے مسلمان کا سر اطاعت خم نہیں ہو سکتا۔ اسلام کے اس بنیادی حق کو محفوظ کرنے کے لئے امام حسین علیہ السلام نے کربلا کی محیر العقول قربانی سے سبق دیا کہ یزید خود ساختہ حاکم ہے۔ اس کی اطاعت مطلقہ جس کا نام بیعت ہے وہ اسلام پر بلا واسطہ حملہ ہے۔ چونکہ یزید کی بیعت سے خدا کا حق حاکمیت مجروح ہو جاتا ہے لہذا ہر قیمت پر یزید کی بیعت سے انکار کر کے اسلام کو فنا ہونے سے بچا لیا۔ توحید کا بھولتا ہوا سبق مسلمان کو پھر سے یاد دلا دیا۔ آج تمام اسلامی دنیا میں یزید کے ظلم کے خلاف پرزور احتجاج کیا جاتا ہے جس کا نام ہے عزاداری۔ یزید کے مقابل انکار بیعت کرنا اس وقت خدمت اسلام تھی۔ آج اس خونی واقعہ کا تذکرہ نصرت اسلام کا نشان ہے۔ تبلیغ اسلام کے لئے واقعہ کربلا کو شہرت دینا قدرت کا غیبی پروگرام ہے۔

جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب "سر الشہادتین" میں تحریر فرماتے ہیں۔ "چونکہ امام حسینؑ کی شہادت (جہری) شہرت اور اعلان پر منحصر تھی لہذا انکا جبرئیلؑ اور دیگر ملائکہ کی زبانی بذریعہ وحی اسکا چرچا ہوا۔ بعد ازاں مقام شہادت معین کیا گیا، اسکا نام بتلایا گیا، وقت شہادت کا پتہ دیا گیا، پھر شہادت کی شہرت ہوئی۔ حضرت علی مرتضیٰؑ نے صفین کے سفر میں اپنی زبان مبارک سے اسکا ذکر فرمایا، پھر واقعہ شہادت کے وقوع میں آنے کے بعد اسکی شہرت اس طرح ہوئی کہ مٹی خون ہو گئی، آسمان سے خون برسا، غیب کی آوازوں سے مرثیے سنے گئے۔ جنات کا نوحہ اور گریہ زاری، آپؑ کی لاش کی نگہبانی کیلئے

چاروں طرف درندوں کا گشت کرنا آپ کے قاتلوں کے نتھنوں میں سانپوں کا گھس جانا۔ انکے
علاوہ شہرت کے اسباب اور بھی تھے تاکہ سب حاضر وغائب کو اس دردانگیز حادثہ کے وقوع
میں آنیکی اطلاع ہو جائے بلکہ آنحضرتؐ کی امت میں دائمی گریہ وزاری اور رنج و الم اور ان
ہولناک واقعات کی یاد کے قیامت تک باقی رکھنے کی وجہ سے عالم بالا اور عالم سفلی ک
میں عالم غیب اور عالم شہادت میں جن وانس اور ناطق وصامت میں انکی شہرت انتہا درجہ کو
یہ اقتباس علمائے اہلسنت کے زبردست عالم شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے
خیالات متعلق عزاداری کو واضح طریقہ سے ظاہر کرتا ہے عملی طور پر محدث مذکور مجلس عزا
حسینؑ خود اپنے مکان پر برپا کرتے تھے۔ علاوہ انکے دیگر علمائے اہل سنت صوفیائے
کرام اور بزرگان دین ہمیشہ عزاداری سے قلبی شغف ظاہر فرماتے رہے ہیں۔
جسطرح سکھوں کے زمانہ میں "اذان" کو بدنام کیا جاتا تھا۔ اور سکھوں کی طرف سے کہا
ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی اعلان ان کے لئے ناقابل برداشت ہے مگر جب انکو اذان کے
کلمات کا ترجمہ سمجھایا جاتا تھا تو وہ شرمندہ ہو جاتے تھے کہ اسمیں تو کوئی چیز مضر نہیں ہے
اسطرح عزائے حسینؑ کے متعلق ناواقف اور بھولے بھالے مسلمانوں کو بعض تنگ نظر
عزاداری کے خلاف بھڑکا کر عوام کو اس نیک کام سے روکتے ہیں۔
مغالطہ زدہ عوام کی روحانی تسلی کیلئے یہ رسالہ شائع کیا جا رہا ہے کہ عزاداری
سے نیکی ہی نیکی ہے۔ اسی لئے باعث نجات ہے۔
جناب سید الشہداءؑ کے عظیم الشان مقصد شہادت کے ساتھ ہمدردی رکھنے والوں سے
اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس رسالہ کو زیادہ سے زیادہ خرید کر عوام تک پہنچائیں۔ مفت تقسیم کے
لئے ہم قیمت میں ۲۵ فیصدی کی رعایت کر دیں گے۔
خادم دین سید حسن علی شاہ کاظمی جنرل سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان (رجسٹرڈ) اردو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسینؑ، حسینؑ، حسینؑ، حسینؑ

کون ہوگا جس نے محرّم میں یہ آوازیں نہ سُنی ہوں، ان آوازوں کے ساتھ کچھ لوگ ننگے سر، سروسینہ پیٹتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں یہ لوگ حسینؑ کے عزادار ہیں۔ وہ حسینؑ، جنہوں نے دس محرم ۶۱ھ کو حکومت باطل اور ظلم وستم کی طاقت کے خلاف تاریخ کی سب سے بڑی قربانی پیش کی، ان کی مختلف طرح یاد قائم رکھنے کا نام **عزاداری** ہے۔ اور جو اس یاد کو قائم رکھتے ہیں وہ عزادار کہلاتے ہیں۔

یہ یاد اور اس کا اس طرح نمایاں طور پر ممکن صورت سے بظاہرہ ہمیشہ ہمیشہ قوتِ باطل سے بیزاری اور جبر وتشدد کے سامنے سرِتسلیم خم نہ کرنے کا اعلان اور اس کا اظہار ہے کہ وہ آواز جو حسینؑ نے بلند کی وہ ان کی ایک انفرادی اور وقتی آواز نہیں تھی بلکہ وہ انسانی ضمیر کی اجتماعی آواز اور ابدی صدا ہے جو عالم کے وسیع طول وعرض میں تیرہ سو برس گزرنے کے بعد بھی زندہ ہے اور تیرہ ہزار برس

اور اس سے زیادہ کے بعد بھی یونہی زندہ رہے گی۔

گریہ تصور کیجئے ایک ایسے وقت کا جب ایک نہایت ہی بلند مرتبہ اور عالی صفات انسان ایک انتہائی مقدس مقصد کی حمایت کی وجہ سے ظلم وستم کی فوجوں میں گھرا ہوا ہو، اس کی تعداد انتہائی قلیل اور دشمن کی فوج انتہائی کثیر ہو۔ انہوں نے اس بزرگ ہستی اور اس کے ساتھ کے تمام افراد یہاں تک کہ چھوٹے بچوں تک پر پانی بند کر دیا ہو اور تین دن کی بھوک پیاس میں یہ حامیانِ حق جہاد کا حق ادا کر کے زمین گرم پر یکے بعد دیگرے دم توڑ رہے ہوں۔ باپ بیٹے کی لاش اٹھا رہا ہو۔ ماں اپنے کڑیل جوان کو برچھیاں کھائے دیکھ رہی ہو۔ بہنیں بھائیوں کو خاک و خون میں لوٹتا پا رہی ہوں۔ عورتیں رانڈ ہو رہی ہوں اور بچے یتیم۔ انتہا ہے کہ شیر خوار بچہ تک دشمن کے تیر سے باپ کے ہاتھوں پر دم توڑ رہا ہو۔

اس وقت ایک حق پرست اور سینہ میں انسانی دل رکھنے والے انسان کا فریضہ یا انسانیت کا تقاضا کیا ہو گا؟ یقیناً یہی کہ اگر وہ کر سکتا ہے تو ان کے ساتھ خود بھی اس جہاد میں شریک ہو کر اپنے خون کی نذر پیش کر دے۔ اگر وہ ایسا کر گزرے تو پھر چاہے احساس ادائے فرض سے وہ مسکرا بھی دے اور ہنستا ہوا دنیا سے رخصت ہو تو کوئی ہرج نہیں، لیکن اگر کسی وجہ سے وہ اس سے مجبور ہے

کیا اس کی آنکھوں سے آنسو بھی رواں ہو کر ہمدردی کا ثبوت نہ دیں
گے؟ یہ آنسو اعلان ہوں گے مقصد سے اتفاق اور اپنی اس جہاد
میں شرکت سے مجبوری کا حسرت و ملال کے ساتھ۔
یہی فطرت کا تقاضا ہو گا۔

یہ نہیں کہ اس عالم میں وہ تو دکھ سہہ رہے ہوں اور شدائد
برداشت کر رہے ہوں اور کوئی ادعائے دوستی کے ساتھ دور سے
کھڑے ہو کر قہقہے لگائے، اس خوشی میں کہ یہ لوگ حق کی حمایت
میں اتنی بڑی قربانی پیش کر کے عظیم درجہ حاصل کر رہے ہوں۔ ایسا
کرنے والا عقل فطری کی بارگاہ سے موؤف الدماغ ہونے اور
مختل فطرت رکھنے کی سند پائے گا۔ پھر جس طرح اس وقت
جب وہ اس میدان میں مصروفِ جہاد ہوں اور مصائب کی آماجگاہ میں
نشانۂ ظلم و ستم بنے ہوئے ہوں، فطرت کا تقاضا عملی شرکت
سے مجبوری کی صورت میں رونا ہے، ہنسنا نہیں، اسی طرح اس
کے بعد بھی جبکہ وہ ان مظالم کو اٹھا کر دنیا سے رخصت ہو چکے
ان کی یاد کا طریقہ اظہارِ غم اور گریہ ہی کے ساتھ صحیح ہے۔
خوشی کے اظہار کے ساتھ نہیں۔

بزدلی نہیں شجاعت ہے	مصائب کے مقابلہ میں رونا بزدلی کی نشانی ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئیے کہ کسی معرکۂ جہاد میں شرکت کے وقت خوفِ جان سے رونا

maablib.org

بزدلی کی نشانی ہو سکتا ہے۔ مگر کسی معرکۂ جہاد میں شرکت کرنے
سے مجبوری پر اس حسرت میں رونا کہ ہم اس سعادت کو
حاصل نہ کر سکے عین شجاعت ہے۔ یہ رونا اگر اپنی حقیقت
پر باقی رہے اور صرف رسمی نہ بن جائے تو اس ولولہ کے زندہ
رکھنے کا سبب ہے کہ اب بھی جب معرکۂ حق و باطل پیش
ہو جائے تو ہم حق کی حمایت میں ہر قربانی کے لئے تیار رہیں
یہ تو ہے اس کی عقلی صورت، رہ گئی مذہبی حیثیت۔ وہ یہ
ہے کہ قرآن میں گریہ کا محلِ مدح میں ذکر موجود ہے اور سنتِ انبیاء
میں داخل ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کا عمل بھی اس کا گواہ ہے۔ رہنمایانِ
دین نے اس کی تاکید بھی کی ہے۔
فطرت اور مذہب کی یہ ہم آہنگی اس غم کے بقا کی ضامن ہے

مجلس

وہ اجتماع جس میں حضرت امام حسینؑ اور ان کے
مصائب کا ذکر ہو "مجلس" کہلاتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد مجلسیں فطری طور پر
ہنگامی ہوتی تھیں۔ مصیبت زدہ پسماندگان حسینؑ جہاں اور جب
مجمع میں بیٹھ گئے وہی مجلس تھی۔ اولاد رسولؐ میں سے جو ائمہ حضرات
امام حسینؑ کے بعد ہوئے ان کے یہاں مجلسیں جو ہوئیں وہ بھی اسی
طرح کی نوعیت رکھتی تھیں۔ جب اصحاب جمع ہوئے اور امام
تذکرۂ امام حسینؑ چھیڑ دیا اور اصحاب نے سماعت کی تو مجلس ہو گئی

کوئی شاعر آگیا جس نے حالات امام حسینؑ نظم کیے ہیں اس نے پڑھے حضرتؑ نے اور دیگر حاضرین نے سنے تو مجلس ہو گئی۔ اس ذیل میں کبھی کبھی اتنا اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ حضرتؑ نے پسِ پردہ اپنے گھر کی خواتین کو بٹھا دیا کہ وہ بھی اس ذکر کو سنیں۔

ان مجلسوں میں گریہ ہوتا تھا اور آوازیں بھی بلند ہوتی تھیں اس وقت کے حالات اس سے زیادہ کی اجازت بھی نہ دیتے تھے۔ بعد میں جیسے علم دین کی تعلیم کے مدارس بلکہ نماز کے مساجد تک میں نظم و ترتیب اور اہتمام کی زیادتی ہو گئی۔ اسی طرح مجالس میں بھی باعتبار تقاضائے اوقات و حالات نظم و ترتیب پیدا ہوتا گیا۔ اب تعین تاریخ کے ساتھ اعلان و اشتہار ہونے لگا۔ مجمع میں کثرت ہونے لگی اور طریقۂ بیان میں بھی وسعت پیدا ہوتی گئی جس کو ظاہر ہے کہ کوئی صاحبِ عقل قابلِ اعتراض نہیں سمجھ سکتا۔

اب اس وقت مجلس عوام کی تعلیم اور ان کی ذہنی تربیت کا ایک مرکز ہے جس سے بہتر سے بہتر فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

تعزیہ یہ حضرت امام حسینؑ کے روضہ کی شبیہ ہے جو سونے، چاندی، پیتل یا لکڑی کی بھی بنائی جاتی ہے اور سہولت و کفایت کے لحاظ سے بانس، کاغذ اور پنی سے بھی تیار کی جاتی ہے۔ یہ ہندوستان سے

مخصوص ہے اور مشہور یہ ہے کہ بادشاہ تیمور لنگ کے وقت سے رائج ہوئی ہے۔

چونکہ بُعد مسافت کی وجہ سے حضرت امام حسینؑ کے روضہ تک پہنچنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں۔ اس لئے عقیدت و محبت کی امکانی حد تک پیاس بجھانے کا یہ ایک ذریعہ اختیار کیا گیا۔

شریعت اسلام کے لحاظ سے اس میں کوئی خرابی اس لئے نہیں کہ مجسمہ جو ناجائز ہے وہ ذی روح کا ہے۔ یہ تعزیہ کسی ذی روح کی تصویر نہیں ہے۔ یہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ عقیدت و احترام کا ایک مظاہرہ ہے جس کی قدر اہل دل محسوس کرتے ہیں۔

جس طرح خانۂ کعبہ سرزمین حجاز پر مکہ معظمہ میں ہے لیکن مسجدیں ہر ایک جگہ موجود ہیں جو خالق کی طرف نسبت رکھتی ہیں اور ان کا احترام مذہباً واجب ہے۔ اسی صورت سے اصل روضہ سید الشہداء کا کربلائے معلیٰ میں ہے۔ یہ تعزیہ اس کی مشابہت کے سبب سے قابل احترام سمجھا جاتا ہے۔

عَلَم میدان جہاد میں ایک جماعت کا جو نشان ہوتا ہے وہ عَلَم کہلاتا ہے پیغمبر اسلامؐ کے ممتاز علمدار حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ تھے کربلا کے جہاد میں فوج حسینی کے عَلَم بردار آپ کے بھائی ابوالفضل العباسؑ تھے۔ عَلَم کی وجہ سے امامؑ نے جناب عباسؑ کو سب سے آخر میں میدان جہاد کی طرف جانے کی اجازت دی اور تاریخ کی مسلمہ عقیدت

ہے کہ جس شان سے ابو الفضل العباس ؑ نے آخر دم تک علم کی حفاظت
کی وہ اپنی آپ نظیر ہے ۔ ہزاروں کا مقابلہ کر کے علم دوش پر سنبھالا
داہنا ہاتھ کٹ گیا تو علم کو بائیں ہاتھ پر سنبھالا ۔ مگر گرنے نہیں دیا
بایاں ہاتھ قلم ہو گیا تو علم کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے پکڑ
کر سینہ سے لگایا اور گرنے نہیں دیا ۔ ہاں جب خود زمین پر
آئے تو آپ کے ساتھ ہی ساتھ علم بھی زمین پر آیا ۔

یہی علم کی اہمیت ہے جس کی وجہ سے یہ علم عزاداری کا جزو
ہو گیا ۔ یہ اعلان ہے اس کا کہ وہ علم جو کربلا میں گرا سرنگون نہیں
ہوا ۔ بلکہ آج تک بلند ہے اور حسینی جماعت اس کے بلند رکھنے
کی ذمہ دار ہے ۔

سامانِ عزا میں علم وہ ہے جو غم و ملال کے ساتھ حسرت نصرت
کا بھی ترجمان ہے ۔ یہ ماتم کی صف میں ایک صفِ جہاد کا تصور قائم
کرتا ہے اور دل میں ولولۂ نصرت کو زندہ اور بیدار رکھتا ہے ۔

مشک اس علم کے ساتھ کبھی کبھی ایک چھوٹی سی مشک بھی آویزاں
ہوتی ہے اور اس میں ایک تیر لگا ہوا نظر آتا ہے ۔ یہ
اس کی یادگار ہے کہ وہ علمدار اطفال حسین ؑ کے لئے پانی کی سبیل کرنے
پر آمادہ ہو گیا تھا ۔ اس نے علمداری کے ساتھ ہی ساتھ سقائی کا فرض
انجام دیا اور وہ اس میں اس حد تک کامیاب ہوا کہ اس نے
ہزاروں کی فوج کو شکست دے کر پانی نہر سے بھر لیا مگر افسوس

وہ پانی خیمہ تک پہنچ نہ سکا۔ علمدار کا خون بہا اور مشک میں تیر لگا جس سے پانی زمین پر بہہ گیا۔ خون کے بہنے سے نہیں مگر اس پانی کے بہنے سے عباس نڈھال ہو گئے اور علم و مشک سمیت گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اس مشک اور علم کا آج تک ساتھ ہے۔

تابوت

یہ اس طرح کا صندوق ہوتا ہے جس میں "جنازہ" اٹھایا جاتا ہے۔ عراق و ایران میں اموات کو صندوق میں عموماً اٹھایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی یو۔پی کے بعض حصوں اور خصوصیت کے ساتھ لکھنؤ میں شیعہ فرقہ میں رائج ہے۔

تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت خاتون جنت ع سیدۂ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق تابوت میں اٹھایا گیا تھا۔ اس کے بعد سے اہلبیت ع اور شیعیانِ اہلبیت ع میں یہ طریقہ رائج رہا۔

حضرت امام حسین ع کی عزاداری میں تابوت کا جزو اس حسرتناک واقعہ کی یاد دلاتا ہے کہ کربلا میں حضرت کا جنازہ نہیں اٹھ سکا۔ کیونکہ آپ کی شہادت کے بعد ظالم دشمن آپ کے اہلبیت کو اسیر کر کے کوفہ لے گئے اور آپ کی مقدس لاش گرم ریگ پر تمازتِ آفتاب میں چھوڑ گئے۔ اس کے بعد تیسرے دن بنی اسد نے اسی جگہ ان شہدائے راہ خدا کو دفن کر دیا۔

اسی اندوہناک واقعہ کی یاد تابوت سے تازہ ہوتی رہتی ہے۔

ذوالجناح

عزا کے جلوس اور کبھی کبھی مجلس کے ختم پر بھی ایک گھوڑا
نکالا جاتا ہے جس پر گلگوں چھینٹوں کا سفید لباس
اور ڈھال تلوار وغیرہ اور کبھی کچھ مصنوعی تیر بھی لگے ہوئے ہوتے ہیں
ے ذوالجناح کہتے ہیں اور کبھی کبھی "دلدل" کے نام سے بھی یاد کیا
جاتا ہے اور دیہاتوں میں صرف "گھوڑا" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت
ام حسینؑ کے باوفا گھوڑے کی یاد دلانے کا ایک طریقہ ہے۔ وہ گھوڑا
س پر سوار ہو کر حضرت نے کربلا کا جہاد کیا تھا۔ اس کے تفصیلی کارنامے
امیہ مشن لکھنؤ سے شائع شدہ ایک رسالہ "ذوالجناح" میں جو اردو اور
گریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوا ہے، درج کئے گئے ہیں۔
ذہباً اس میں اس لئے کوئی خرابی نہیں ہے کہ تصویر جو
سلام میں جائز نہیں ہے وہ جاندار کی بے جان مجسم تصویر ہے
یہاں وہ صورت نہیں ہے۔ یہ تو یاد تازہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے
یں۔ جیسے بقرعید میں متفقہ طور پر اسلامی شریعت کے مطابق
جانوروں کی قربانی ہوتی ہے۔ اس قربانی کی یاد تازہ کرنے کے
ے جس میں خلیلِ خدا نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی حکمِ الٰہی
تعمیل میں تیاری کی تھی۔ مگر بروقت فدیہ آ گیا اور ان کے
وض میں ایک جانور کی قربانی عمل میں آ گئی۔ بقرعید کی ہر سال
قربانیاں اسی کی شبیہ ہی سمجھی جا سکتی ہیں۔ پھر اگر اسی صورت
کسی گھوڑے کو حضرت سیدالشہداء کے اسپ باوفا کی شبیہ

قرار دیا جائے تو اس میں ہرج ہی کیا ہے۔

گہوارہ جسے دیہاتوں میں "جھولا" کہا جاتا ہے۔ یہ کربلا کے اہم ترین بڑے شہید یعنی سب سے کم سن مجاہد علی اصغرؑ کی یاد تازہ کرنے کیلئے ہے جو شیر خوارگی کے سن میں باپ کے ہاتھوں پر راہِ خدا میں قربان ہوئے۔ یہ وہ قربانی ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں ناپید ہے۔ اس لئے یہ یادگار بھی سامانِ عزا میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

سبیل پیاسوں کے لئے پانی پلانے کا جو انتظام کیا جاتا ہے۔ اسے سبیل کہتے ہیں۔ یہ امام حسینؑ اور ان کے افراد انصار کی پیاس کو یاد دلانے کے لئے ہے۔ اس لئے کہ کربلا کے میدان میں شہادتِ حسینؑ سے تین دن پہلے آپؑ پر اور آپؑ کے ساتھ والوں پر پانی بند کر دیا گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے تک پیاس سے مضطرب و بیتاب تھے۔ اسی لئے حسینؑ کے نام پر پیاسوں کو پانی پلانے کی سبیل رکھی جاتی ہے۔

مہندی یہ نوشاہِ کربلا جناب قاسم بن الحسنؑ کی یادگار ہوتی ہے جنہیں حضرت امام حسنؑ کی وصیت کی بنا پر حضرت امام حسینؑ نے عین روزِ عاشور میدانِ جہاد میں جانے کے وقت اپنی دامادی کی عزت دے کر کربلا کے مرقعِ غم میں ایک پُرحسرت خون کی رنگینی کر دیا تھا۔

شادی اسلام میں کوئی خوشی کی تقریب نہیں بلکہ ایک مقدس فریضہ کی تکمیل ہے جس میں بربنائے وصیت دہری اہمیت پیدا ہوگئی تھی۔

وہاں مہندی نہ تھی بلکہ خون شہداء کی سرخی تھی۔ مگر مہندی کے نقشہ عرف عام کی ذہنیت کے مطابق شادی کی طرف تصور کے منتقل کرنے کا ایک ذریعہ ہے جو نتیجہ کی یاد سے دل میں جوش غم کے اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ مختلف ملکوں اور مختلف شہروں کے لحاظ سے بکثرت عزاداری کی رسمیں رائج ہیں جن میں مشترک روح واقعہ کربلا کی یاد تازہ کرنا ہے۔ ان میں اصل روح کے تحفظ کے ساتھ جو ضروری ہے بہت سی رسموں میں ترقی یا فی الجملہ تبدیلی کی گنجائش ہے جو اکثر ہوتی بھی رہتی ہے۔

زیر نظر رسالہ صرف ناواقف افراد کو ان رسموں کی نوعیت سے آگاہ کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔

ان رسموں کے متعلق اصلاحی نقطۂ نظر سے تبصرہ اس وقت مقصود نہیں ہے۔ والسلام

(علی نقی النقوی)

عزاداری کو فروغ دینا نصرت اسلام ہے

maablib.org

کراچی

مطبوعات امامیہ مشن پاکستان

۱۔ خدا کا ثبوت، سرکار سید العلماء دوسرا ایڈیشن ۲؍
۲۔ حسینؑ اور اسلام 〃 ۳؍
۳۔ شجاعت کے مثالی کارنامے 〃 ۶؍
۴۔ تعلیماتِ حسینؑ کا مذہب دوسرا ایڈیشن 〃
۵۔ محاربۂ کربلا 〃 ۵؍
۶۔ اسیریٔ اہلِ حرم 〃 ۳؍
۷۔ آثارِ قدرت 〃 ۳؍
۸۔ حقیقتِ اسلام 〃 ۳؍
۹۔ اسلامی نظریۂ حکومت 〃 ۳؍
۱۰۔ نظامِ زندگی (حصہ اوّل) 〃 ۱۲؍
۱۱۔ عورت اور اسلام 〃 ۳؍
۱۲۔ اسلامیت کا علمی جائزہ 〃 ۳؍
۱۳۔ تجارت اور اسلام 〃 ۱۰؍
۱۴۔ اسلام اور انسانیت 〃 ۸؍
۱۵۔ جمہوریت اور اسلام۔ جناب ذاکر حسین فاروقی ۱۲؍
۱۶۔ معصوم شہزادی۔ مولانا اسد علی مجتہد العصر ۲؍
۱۷۔ نظامِ زندگی حصہ دوم۔ سرکار سید العلماء ۱۲؍

۱۸۔ شہیدِ کربلا۔ سرکار سید العلماء
۱۹۔ زندۂ جاوید کا ماتم 〃
۲۰۔ عزائے حسینؑ پر تاریخی تبصرہ 〃
۲۱۔ شہادت و ہلاکت 〃
۲۲۔ شیعیت کا تعارف 〃
۲۳۔ اسلامی تمدن 〃
۲۴۔ تاریخ اسلام میں واقعۂ کربلا کی اہمیت 〃
۲۵۔ اگر واقعۂ کربلا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ 〃
۲۶۔ ضرورتِ مذہب 〃
۲۷۔ مقصدِ حسینؑ 〃
۲۸۔ بین الاقوامی شہیدِ اعظم حسینؑ بن علیؑ 〃
۲۹۔ مقصودِ کعبہ 〃
۳۰۔ صحیفۂ سجادیہ کی عظمت 〃
۳۱۔ لا تفسدوا فی الارض 〃
۳۲۔ جناب امیرؑ کا علمی نصب العین از حجۃ جعفری
۳۳۔ صدیقۂ صغریٰ۔ مولانا اسد علی مجتہد العصر
۳۴۔ سامانِ عزا۔ سرکار سید العلماء

ترسیلِ زر و خط و کتابت کا پتہ:۔

خادمِ دین سید حسن علی شاہ کاظمی جنرل سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان (رجسٹرڈ)

(مطبوعہ:۔ نعیمی پریس لاہور)

maablib.org